یونٹ تین

نظامِ عدلیہ

اساتذہ کے لیے نوٹ

طلبا ان ابواب میں عدلیہ سے متعارف ہوں گے۔ اس نظام کے بیشتر اجزا مثلاً پولیس، عدالت وغیرہ سے طلبا بخوبی واقف ہیں۔ میڈیا سے یا ذاتی تجربات سے انھیں ان اجزا کی معلومات ملتی رہتی ہے۔ اس حصے میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ عدلیہ کی بنیادی معلومات کے ساتھ ساتھ فوجداری نظام عدلیہ سے متعلق بھی خاص باتیں بتائی جائیں۔ باب 5 میں بعض ان عنوانات کا احاطہ کیا گیا ہے، آگے کی جماعتوں میں ان کے متعلق مزید معلومات دی جائیں گی۔ اس باب کی تدریس کے دوران طلبا میں یہ احساس پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ عدلیہ، دستورِ ہند کی پاسداری کا اہم کردار ادا کرتی ہے۔ باب 6 میں فوجداری عدلیہ نظام میں مختلف افراد کے کردار کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اس منزل پر طلبا کو یہ بتانا نہایت ضروری ہے کہ دستور کے مطابق ہر فرد کو اپنا کام اس طرح انجام دینا چاہیے کہ سب کے ساتھ انصاف ہو۔ ان دونوں امور میں گہرا تعلق ہے بلکہ ایک دوسرے کے لازم وملزوم ہیں۔

باب 5 شروع کرنے سے پہلے گذشتہ باب 'قانون کی بالادستی' پر از سرِ نو غور کریں۔ اس سے 'قانون کی بالادستی' کی پاسداری میں عدلیہ کے کردار کی اہمیت واضح ہوگی اور اس پر مزید بحث ہو سکے گی۔ باب 5 میں پانچ الگ الگ نظریات پیش کیے گئے ہیں، حالاں کہ وہ بھی ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ عدلیہ کی آزادی ہی اس کے فرائض کی انجام دہی کی کلید ہے۔ یہ خیال ذرا پیچیدہ ضرور ہے لیکن طلبا کو اسے سمجھنا چاہیے۔ اس بنیادی سطح پر طلبا کو اس نکتہ سے آگاہ کرنے اور اسے سمجھانے کے لیے ایسی مثالیں استعمال کی جائیں جن میں فیصلہ کرنے کے اقدامات شامل ہوں اور طلبا جن سے مانوس ہوں۔ عدلیہ کا ڈھانچہ ایک واقعے کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔ طلبا کو ایسے دوسرے واقعات پر بحث کرنے کی ترغیب دی جائے اور ان کی ہمت افزائی کی جائے تاکہ وہ عدلیہ نظام کے کام کاج کی ترتیب کو سمجھ سکیں۔ آخری نظریہ 'انصاف تک رسائی' (Access to justice) میں عوامی فلاح کے لیے قانونی کارروائی (PIL) میں انصاف حاصل کرنے کی راہیں ہموار کرنے کو اہمیت دی گئی ہے۔ اس میں انصاف میں تاخیر جیسے مسئلہ پر بھی بحث کی گئی ہے۔ اس حصے پر بحث کرتے ہوئے بنیادی حقوق سے متعلق طلبا کے علم میں اضافہ کرنے پر خصوصی توجہ دی جائے۔

باب 6 طلبا کو فوجداری عدلیہ نظام میں مختلف افراد کے کردار سے مزید واقف کرایا گیا ہے بلکہ اس باب کو اسی مقصد سے اس حصے میں شامل کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ صحیح عدالتی کارروائی کے حصول کے لیے ضروری اقدامات بھی بتائے گئے ہیں۔ اس باب کی ابتدا ایک کہانی سے کی گئی ہے جس میں چوری کے ایک واقعہ کو تفصیل سے بتایا گیا ہے اور اسی تعلق سے پولیس، عوام، سرکاری وکیل، منصف کے فرائض اور صحیح عدالتی کارروائی جیسے امور معلومات اور بحث کے لیے پیش کیے گئے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ طلبا کی رائے بیان کردہ باتوں سے کچھ الگ ہو۔ ممکن ہے ان کا خیال منفی ہو اور وہ اس طریقے سے متفق نہ ہوں جو فوجداری نظام عدالت میں اختیار کیا جاتا ہے۔ آپ کا بحیثیت معلم یہ فرض ہے کہ ایسے موقع پر مثالی نظام عدلیہ کی بحث چھیڑتے ہوئے طلبا کے اعتراض اور منفی رویے اور کج روی کو نرم اور متوازن کرنے کی کوشش کریں جیسا کہ اس باب میں تجویز کیا گیا ہے۔ یہ کام دو طریقوں سے ہو سکتا ہے: ایک تو یہ کہ اس مثالی عدلیہ اور گذشتہ باب میں بیان کیے ہوئے دستور کے اصول میں جو ربط پایا جاتا ہے اس کو مسلسل دہرایا جائے اور اس کی اہمیت کا اعادہ کیا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس امر پر زور دیا جائے کہ عوام حالات سے باخبر ہوں، فرائض اور معاملات سے آگاہ ہوں تو ان اداروں کی کارکردگی میں کتنا فرق واقع ہوگا۔ فوجداری نظام عدلیہ پر بحث کرنے کا مقصد یہ ہے طلبا اس نظام سے اچھی طرح واقف ہو جائیں، نہ کہ اُن میں اسے رٹنے یا زبانی یاد کرنے کے خیال کو تقویت دی جائے۔

باب 5

عدلیہ

اخبار پر ایک نظر ڈالیں تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ ہمارے ملک کی عدالتوں کے کاموں کا دائرہ کتنا وسیع ہے۔ کیا آپ نے کبھی اس پر غور کیا ہے کہ ہمیں ان عدالتوں کی ضرورت کیوں محسوس ہوتی ہے؟ آپ یونٹ 2 میں پڑھ چکے ہیں کہ ہندوستان میں قانون کی حکمرانی کا نظام قائم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ملک کے قوانین تمام شہریوں کے لیے یکساں ہیں اور جب کوئی قانون توڑتا ہے تو اس قانون شکنی پر کوئی فیصلہ کرنے کے لیے ایک مقررہ طریقۂ کار اپنایا جاتا ہے۔ قانون کے اصول نافذ کرنے کے لیے ہمارے یہاں عدلیہ موجود ہے۔ اس میں بہت سی عدالتیں شامل ہیں، جہاں ہر شہری قانون شکنی کے خلاف اقدام کے لیے شکایت درج کرا سکتا ہے۔ حکومت کا ایک اہم ادارہ ہونے کی حیثیت سے عدلیہ ہندوستان کے جمہوری نظام کے کام کاج اور انتظام میں نہایت اہم رول ادا کرتی ہے۔ عدلیہ چونکہ آزاد ہے یعنی کسی سیاسی حاکم کی پابند نہیں اس لیے اپنا کام بخوبی انجام دیتی ہے۔ آزاد عدلیہ سے کیا مراد ہے؟ کیا آپ کے شہر کی مقامی عدالت اور دہلی کی عدالتِ عظمیٰ (Supreme Court) کے درمیان کوئی رشتہ ہے؟ اس باب میں آپ کو ان سوالوں کے جواب ملیں گے۔

عدلیہ کیا کردار ادا کرتی ہے؟

عدالتیں بے شمار امور اور مسائل پر فیصلہ کرتی ہیں۔ وہ یہ فیصلہ سنا سکتی ہیں کہ کوئی استاد کسی طالب علم کو جسمانی سزا نہ دے، یہ کہہ سکتی ہیں کہ ریاستیں کسی دریا کا پانی کس تناسب میں آپس میں تقسیم کریں، مجرموں کو ان کے مخصوص جرم پر مناسب سزا سنا سکتی ہیں۔ موٹے طور پر عدلیہ کے کاموں کو ذیل کے مطابق تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

متنازعہ مسائل کا حل: عدلیہ کا متنازعہ مسائل کو حل کرنے کا ایک خاص طریقۂ کار ہوتا ہے۔ اس کے مطابق وہ شہریوں کے درمیان، شہریوں اور حکومت کے درمیان، دو ریاستی حکومتوں کے درمیان اور ریاستی حکومت اور مرکزی حکومت کے درمیان متنازع فیہ مسائل پر اپنا فیصلہ سناتی ہے۔

عدالتی نظرثانی: آئین کی تشریح کرنے کا آخری حق صرف عدلیہ کو حاصل ہے۔ اس کے مطابق پارلیمنٹ کے ذریعہ منظور شدہ قانون کی جانچ کرنے پر عدلیہ جو رائے دیتی ہے اسے حرفِ آخر سمجھا جاتا ہے۔ عدلیہ اگر یہ محسوس کرے کہ پارلیمنٹ کا پاس کیا ہوا کوئی قانون دستور ہند کے بنیادی اصولوں کی خلاف ورزی کر رہا ہے تو اس یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اس قانون کو رد کردے۔ اس اختیار کو عدالتی نظرثانی (Judicial Review) کہتے ہیں۔

قانون پر عمل کرنا اور بنیادی حقوق نافذ کرنا: ہندوستان کے کسی شہری کو اگر یہ یقین ہے کہ اسے بنیادی حقوق سے محروم رکھا گیا ہے تو وہ ہائی کورٹ (عدالت عالیہ) یا سپریم کورٹ (عدالت عظمٰی) میں دادرسی کے لیے اپیل کرسکتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ نے ساتویں جماعت میں حکیم شیخ کا واقعہ پڑھا ہے۔ یہ زراعتی مزدور چلتی ٹرین سے گر پڑا تھا۔ وہ بری طرح زخمی ہوا تھا اور جب کئی اسپتالوں نے اس کا علاج کرنے سے انکار کردیا تو اس کی حالت بدتر ہوگئی۔ فریاد کی سنوائی کے دوران سپریم کورٹ نے آرٹیکل 21 کا حوالہ دیا جس کے مطابق ہر شہری کو زندہ رہنے کا بنیادی حق حاصل ہے۔ اسی میں صحت مند رہنے کا حق بھی شامل ہے۔ اس کی رو سے عدالت نے مغربی بنگال کی حکومت کو حکم دیا کہ حکیم کو جو تکلیف اٹھانی پڑی اس کے عوض اسے ہرجانہ (Compensation) ادا کرے۔ اس کے علاوہ صحت عامہ کے نقطۂ نظر سے خصوصاً ہنگامی حالت میں مریضوں کو طبی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے ایک باقاعدہ پروگرام بنائے۔ [پچھم بنگا کھیت مزدور سمیتی بنام اسٹیٹ آف ویسٹ بنگال (1996)]

تصویر بالا میں ہندوستان کی سپریم کورٹ یعنی عدالتِ عظمٰی کو دیکھا جا سکتا ہے۔ عدالتِ عظمٰی کی بنیاد 26 جنوری 1950 کو رکھی گئی تھی۔ اسی دن ہمارا ملک ایک جمہوری ملک بنا تھا۔ اپنے پہلے فیڈرل کورٹ آف انڈیا (1937-1949) کی طرح یہ عدالت بھی پارلیمنٹ ہاؤس کے اندر چیمبر آف پرنس میں قائم کی گئی تھی۔ 1958 میں اسے موجودہ عمارت میں منتقل کیا گیا جو نئی دہلی کے متھرا روڈ پر واقع ہے۔

2019-20

اپنے استاد کی مدد سے جدول میں خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے۔

تنازع کی قسم	مثال
مرکزی حکومت اور ریاستی حکومت میں تنازعہ	
دو ریاستوں کے درمیان تنازعہ	
دو شہریوں کے درمیان تنازعہ	
وہ قوانین جو دستور کے خلاف ہیں	

آزاد عدلیہ سے کیا مراد ہے؟

فرض کیجیے کسی بارسوخ سیاسی رہنما نے آپ کی خاندانی زمین پر قبضہ کرلیا۔ موجودہ عدالتی نظام میں اس سیاسی رہنما کو جج کا تقرر کرنے اور اسے معزول کرنے کا حق حاصل ہے۔ آپ جب اپنا مسئلہ عدالت میں پیش کریں گے تو غالباً جج اس سیاسی رہنما کی حمایت کرے گا۔

اس طرح جج سیاسی رہنماؤں کے دباؤ کے سبب فیصلہ لینے میں پوری طرح آزاد نہیں ہوتے۔ آزادی پر اس طرح کی پابندی سے فیصلہ سیاسی رہنما کے حق میں ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ اکثر ہمیں یہ خبریں سننے میں آتی ہیں کہ ہندوستان کے امیر اور بارسوخ افراد نے عدالتی کارروائی پر غالب آنے کی کوشش کی۔ لیکن ہندوستانی آئین اس قسم کے تمام حالات میں عدلیہ کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔

کیا آپ کے خیال میں اس قسم کی عدلیہ میں ایک عام شہری کسی سیاسی رہنما کے خلاف عدالت سے انصاف حاصل کرسکتا ہے؟ کیوں نہیں کرسکتا؟

اس آزادی کا ایک پہلو 'اختیارات کی تقسیم' ہے۔ جیسا کہ آپ باب 1 میں پڑھ چکے ہیں یہ آئین کی کلیدی خصوصیت ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ریاست کے دوسرے محکمے مثلاً قانون ساز اسمبلی اور انتظامیہ دونوں ہی عدلیہ کے کاموں میں مداخلت نہیں کرتیں۔ عدالتیں حکومت کی ماتحت نہیں ہوتیں اور نہ ہی ان کے ایما پر کام کرتی ہیں۔

اختیارات کی اس تقسیم سے کام بہتر طریقے سے انجام پا سکتا ہے، لیکن اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے تمام ججوں کا تقرر حکومت کے مختلف شعبوں کی کم سے کم مداخلت سے کیا جائے۔ ایک بار جج کے عہدے پر کسی کا تقرر ہوجانے پر اسے ہٹانا بہت مشکل ہوتا ہے۔

یہ عدلیہ کی آزادی ہے جس کی وجہ سے عدالتیں کسی عاملہ اور قانون ساز کو اپنے عہدے یا اقتدار کا غلط فائدہ اٹھانے سے باز رکھتی ہیں۔ عدلیہ کی اس آزادی سے شہریوں کے بنیادی حقوق کی حفاظت ہوتی ہے کیوں کہ اگر کسی شہری کو یہ احساس ہو کہ اس کے حقوق کی پاسداری نہیں ہو رہی ہے تو وہ اس حق تلفی کے خلاف کورٹ میں اپیل کر سکتا ہے۔

جمہوریت کے لیے آزاد عدلیہ کیوں ضروری ہے کوئی دو وجوہات بیان کیجیے۔

ہندوستان میں عدالتوں کی تشکیلی صورت کیا ہے؟

ہندوستان میں تین سطحوں پر عدالتیں قائم ہیں۔ نیچے کی سطح پر کئی عدالتیں ہیں۔ اوپری سطح پر صرف ایک اونچی عدالت ہے۔ عام طور سے لوگ اپنے معاملات قانونی طور پر سلجھانے کے لیے ذیلی عدالت یعنی ڈسٹرکٹ کورٹ جاتے ہیں۔ یہ عدالتیں عموماً ضلع کے صدر مقام یا تحصیل یا قصبوں میں قائم ہوتی ہیں۔ ان میں مختلف قسم کے معاملات کی سنوائی ہوتی ہے۔ ہر ریاست کئی ضلعوں میں تقسیم ہوتی ہے اور ہر ضلع میں ایک ضلع جج ہوتا ہے۔ ہر ریاست میں ایک ہائی کورٹ یا عدالتِ عالیہ (High Court) ہوتی ہے جو اس ریاست کی سب سے اونچی عدالت ہوتی ہے۔ سب سے اونچی سطح پر سپریم کورٹ یا عدالت عظمیٰ (Supreme Court) ہے جو دہلی میں واقع ہے۔ اس کا صدر ہندوستان کا چیف جسٹس ہوتا ہے۔ ہندوستان کی تمام عدالتیں سپریم کورٹ کا فیصلہ ماننے کی پابند ہیں۔

ہندوستان کی عدالتوں کی تشکیل نیچے سے اوپر تک اہرام کے مانند ہے۔ مندرجہ بالا تفصیل پڑھ کر کیا آپ اس مثلث شکل میں سطح اور درجے کے لحاظ سے عدالتوں کی قسم کے نام لکھ سکتے ہیں؟

ہائی کورٹ عدالتیں سب سے پہلے 1862 میں کلکتہ، بمبئی اور مدراس میں قائم کی گئیں، یہ تینوں پریزیڈنسی شہر تھے۔ دہلی ہائی کورٹ 1966 میں قائم ہوئی۔ فی الحال ملک میں 21 ہائی کورٹ قائم ہیں۔ ہر ریاست کی ایک علاحدہ ہائی کورٹ ہے۔ البتہ پنجاب اور ہریانہ کی مشترکہ ہائی کورٹ چنڈی گڑھ میں ہے۔اسی طرح سات شمال مشرق کی ریاستوں کی ایک مشترکہ ہائی کورٹ گوہاٹی میں قائم ہے۔ بعض ریاستوں میں ہائی کورٹ کی شاخیں بھی ریاست کے دوسرے مقامات پر واقع ہیں جس سے عوام کی عدالت تک رسائی آسان ہوگئی ہے۔

مدراس ہائی کورٹ

کیا ہندوستان کی مختلف سطح کی عدالتیں باہم مربوط ہیں؟ جی ہاں، یہ ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ ہندوستان میں عدالتوں کا ایک ہم بستہ (Integrated) عدالتی نظام ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اونچی عدالتوں کا فیصلہ ذیلی عدالتوں کے لیے لازمی ہوتا ہے یعنی وہ اس فیصلے کی پابند ہوتی ہیں۔اس ربط یا ہم بستگی کو ہم اپیلیٹ طریقے (Appellate system) سے سمجھ سکتے ہیں جو ہندوستان میں رائج ہے۔اس طریقے میں جس شخص کو یہ محسوس ہو کہ نیچے کی عدالت سے اسے انصاف نہیں ملا وہ اس فیصلے کے خلاف عدالت عالیہ میں دعویٰ یا اپیل کرسکتا ہے۔

اپیلیٹ سسٹم کو سمجھنے کے لیے آیئے ہم ایک عدالتی کیس (مقدمہ) اسٹیٹ (دھلی انتظامیہ) بنام لکشمن کمار اور دیگر (1985)، کا مطالعہ کریں جو ذیلی عدالت سے عدالت عظمیٰ (سپریم کورٹ) تک جاری رہا۔

فروری 1980 میں لکشمن کمار نے 20 سال کی لڑکی سدھا گوئل سے شادی کی۔ وہ دونوں دہلی کے ایک فلیٹ میں لکشمن کے بھائیوں اور ان کے خاندان کے ساتھ رہنے لگے۔ 2 دسمبر 1980 میں آگ سے جلنے پر سدھا کا اسپتال میں انتقال ہوگیا۔ اس کے گھر والوں نے عدالت میں مقدمہ دائر کردیا۔ جب نچلی عدالت میں مقدمہ کی سنوائی ہورہی تھی تو اس کے پڑوسیوں میں سے چار افراد کو گواہ کے طور پر بلایا گیا۔ انھوں نے بیان دیا کہ یکم دسمبر کی شب

پٹنہ ہائی کورٹ

کرناٹک ہائی کورٹ

انھوں نے سدھا کی چیخ سنی تھی، اس لیے وہ لکشمن کے فلیٹ میں زبردستی داخل ہوگئے۔ وہاں انھوں نے سدھا کی ساڑی کو آگ کی لپٹوں میں گھرے ہوئے دیکھا۔ انھوں نے سدھا کو ایک بورے اور کمبل میں لپیٹ کر آگ بجھائی۔ سدھا نے انھیں بتایا کہ اس کی ساس شکنتلا نے اس پر مٹی کا تیل چھڑکا اور اس کے شوہر لکشمن نے آگ لگائی۔ مقدمہ کے دوران سدھا کے خاندان والوں اور ایک پڑوسی نے بیان دیا کہ سدھا پر اس کا دیور ظلم کرتا تھا اور انھوں نے اس کے پہلے بچے کی پیدائش کے موقع پر بڑی رقم، ایک اسکوٹر اور ایک فریج کا مطالبہ کیا تھا۔ اپنے دفاع میں لکشمن اور سدھا کی ساس نے کہا کہ جب سدھا دودھ گرم کر رہی تھی تو اس کی ساڑی میں اتفاق سے آگ لگ گئی۔ یہ محض ایک حادثہ تھا۔ ان کے بیانات پر اور دوسرے مشاہدات پر ٹرائل کورٹ نے لکشمن کو مجرم (Convict) قرار دیا اور عدالت نے لکشمن، اس کی ماں شکنتلا اور اس کے دیور سبھاش چندر تینوں کو موت کی سزا سنائی۔

اس کیس کے مطالعے کے بعد آپ نے اپیلیٹ سسٹم کے بارے میں کیا سمجھا؟ دو جملوں میں بیان کیجیے۔

نومبر 1983 میں تینوں ملزمین نے نچلی عدالت کے فیصلے کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کی۔ ہائی کورٹ نے تمام وکیلوں کے دلائل سننے کے بعد یہ فیصلہ دیا کہ سدھا کی موت اتفاقاً کیروسین اسٹو سے آگ لگ جانے سے ہوئی تھی۔ لکشمن، شکنتلا اور سبھاش چندر کو الزام سے بَری (Acquit) کر دیا گیا۔

آپ کو ساتویں جماعت کی کتاب میں خواتین کی تحریک کی تصویر یاد ہوگی۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ 1980 کی دہائی میں کس طرح خواتین کے ایک گروہ نے 'جہیز کے سلسلے میں موت' کے بارے میں اپنی بات کہی تھی۔ انھوں نے جہیز کے لیے اموات کے سلسلے میں صحیح فیصلہ دینے میں عدالتوں کی ناکامی کے خلاف احتجاج کیا۔ مجوزہ ہائی کورٹ کے فیصلے سے خواتین سخت ناراض ہوئیں۔ انھوں نے احتجاج کیا اور ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف

ماتحت کورٹ کو کئی الگ الگ ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ انھیں ٹرائل کورٹ، ضلع جج کی عدالت، ضلعی عدالت، ایڈیشنل سیشن جج، چیف جوڈیشیل مجسٹریٹ، میٹروپولیٹن مجسٹریٹ، سول جج کی عدالت وغیرہ کے ناموں سے جانا جاتا ہے۔ بائیں جانب رائے پور چھتیس گڑھ کی ضلعی عدالت کی تصویر دی گئی ہے۔

سپریم کورٹ میں خواتین وکیلوں کی فیڈریشن کی طرف سے اپیل داخل کی گئی۔

1985 میں سپریم کورٹ میں اپیل پر سنوائی کی گئی جو لکشمن اور اس کے گھر کے دو افراد کے بری قرار دیے جانے کے خلاف تھی۔ سپریم کورٹ نے وکیلوں کی دلیلوں کو غور سے سنا اور جس فیصلے پر پہنچی وہ ہائی کورٹ کے فیصلے سے مختلف تھا۔ عدالت عظمیٰ (سپریم کورٹ) نے لکشمن اور اس کی ماں کو مجرم قرار دیا لیکن سدھا کے دیور سبھاش کو الزام سے بری قرار دیا کیوں کہ اس کے خلاف پختہ ثبوت نہیں ملے۔ سپریم کورٹ نے مجرموں کو عمر قید کی سزا دی۔

قانونی نظام کی مختلف شاخیں کیا ہیں؟

اوپر بیان کیا گیا معاملہ 'سماج کے خلاف جرم' خیال کیا جاتا ہے اور یہ فوجداری قانون کی خلاف ورزی میں شمار کیا جاتا ہے۔ فوجداری معاملوں کے علاوہ ہمارے قانونی نظام میں دیوانی معاملے بھی آتے ہیں۔ باب 4 میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ 2006 میں خواتین کو خانگی تشدد سے بچانے کے لیے کس طرح ایک نیا قانون بنایا گیا۔ نیچے دیے گئے جدول سے آپ کو فوجداری اور دیوانی قوانین کے درمیان اہم فرق سمجھ میں آئے گا۔

نمبر شمار	فوجداری قانون	دیوانی قانون
1۔	ان اعمال اور کاموں کے متعلق ہوتا ہے جو قانون کی نظر میں جرم کہلاتے ہیں۔ مثلاً چوری کرنا، عورت کو زیادہ جہیز لانے کے لیے پریشان کرنا، قتل کرنا۔	کسی فرد اور افراد کے حقوق کو نقصان پہنچانا، مثلاً زمین کی خرید وفروخت کے تعلق سے تنازع، اشیا کی خرید وفروخت، کرایہ کا مسئلہ، طلاق جیسے معاملات کے متعلق قانون دیوانی یا سول قانون کہلاتے ہیں۔
2۔	عموماً یہ معاملے کی پہلی اطلاعاتی رپورٹ (FIR) سے شروع ہوتا ہے۔ پولس معاملے کی تحقیق کر کے رپورٹ تیار کرتی ہے تب عدالت میں کیس داخل کیا جاتا ہے۔	وہ شخص یا گروہ جسے شکایت ہے اور جو انصاف کا طالب ہے اسے ایک عرضداشت داخل کرنی پڑتی ہے۔ اگر معاملہ کرایہ سے متعلق ہے تو مالک مکان یا کرایہ دار کیس داخل کرسکتا ہے۔
3۔	اگر ملزم پر لگایا ہوا الزام درست ثابت ہوا تو اسے جیل بھیجا جاسکتا ہے اور جرمانہ بھی ہوسکتا ہے۔	عدالت مطلوبہ خصوصی راحت دیتی ہے مثلاً مالک مکان اور کرایہ دار کے معاملہ میں، عدالت کرایہ دار کو مکان خالی کرنے اور باقی کرایہ ادا کرنے کا حکم دے سکتی ہے۔

فوجداری اور دیوانی قوانین سے متعلق آپ نے جو معلومات حاصل کی ہے اس کی روشنی میں خالی جگہ پر کیجیے۔

قانون کی خلاف ورزی کی تفصیل	قانونی شعبہ	کیا اقدامات کیے جائیں گے
اسکول کے راستے میں لڑکوں کے ایک گروہ کا لڑکیوں کے گروہ کو ستانا۔		
ایک کرایہ دار جسے زبردستی مکان چھوڑنے پر مجبور کیا جارہا ہے وہ مالک مکان کے خلاف کیس داخل کرتا ہے۔		

کیا ہر شخص کی رسائی عدالت تک ممکن ہے؟

اصولاً ہر ہندوستانی کی رسائی عدالت تک ہونی چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شہری کو عدالت سے انصاف حاصل کرنے کا حق ہے۔ آپ گذشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ بنیادی حقوق کی حفاظت کرنے میں عدالتیں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اگر کسی شخص کو یقین ہوجائے کہ اس کے حقوق کی خلاف ورزی ہورہی ہے تو وہ انصاف کے لیے عدالت میں اپیل کرسکتا ہے۔ اگرچہ عدالت کے دروازے ہر شہری کے لیے کھلے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کے باشندوں کی اکثریت غربت کی وجہ سے عدالت تک نہیں پہنچ پاتی۔ قانونی کارروائی میں کافی پیسہ خرچ ہوتا ہے اور کاغذات کی تیاری میں کافی وقت لگ جاتا ہے۔ ایک غریب شخص جو پڑھنا لکھنا نہیں جانتا اور جس کے خاندان کی گزر بسر اس کی یومیہ اجرت پر ہوتی ہے، اس کے لیے روزانہ عدالت میں جانا خواب کی بات ہوتی ہے۔

ان دشواریوں کو دیکھتے ہوئے سپریم کورٹ نے 1980 کی دہائی کے شروع میں ایک طریقۂ کار ترتیب دیا جسے پی آئی ایل (Public Interest Litigation – PIL) یعنی قانونی کارروائی کے لیے عوام کا حق کہتے ہیں۔ اس قانون کی رُو سے کسی شخص یا تنظیم کو یہ حق حاصل ہے کہ ان لوگوں کی جانب سے ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ میں پی آئی ایل (PIL) عرضداشت داخل کرے جو اپنے حقوق پانے سے محروم ہیں۔ اس طرح سے عدالت نے قانونی کارروائی کو بہت آسان بنادیا ہے۔ اب عدالت کو بھیجے گئے خط یا تار کو بھی پی آئی ایل مانا جاسکتا ہے۔ اس قانون سے ابتدائی برسوں میں مختلف مسائل اور حقوق کے لیے پی آئی ایل کا استعمال ہوتا ہے، مثلاً بندھوا مزدوروں کو آزاد کروانا اور بہار کی جیل سے ان قیدیوں کو رہائی دلانا جو سزا کی مدت پوری ہوجانے پر بھی جیل میں بند تھے۔

کیا آپ کو علم ہے کہ ایک پی آئی ایل کی وجہ سے ہی سرکاری اسکولوں اور سرکاری گرانٹ پانے والے اسکولوں میں بچوں کو دوپہر کا کھانا دیا جانے لگا؟ بائیں جانب دی گئی تصویروں کو دیکھیے اور نیچے لکھی ان کی تفصیل پڑھیے۔ اس سے آپ کو اس پورے واقعے کا علم ہوجائے گا۔

تصویر 1۔ 2001 میں راجستھان اور اڑیسہ میں قحط سالی کی وجہ سے لاکھوں افراد غذا کی قلت کا شکار ہوئے۔

تصویر 2۔ اس دوران حکومت کے گودام اناج سے بھرے ہوئے تھے۔ اناج کی کافی مقدار چوہے کھا رہے تھے۔

تصویر 3۔ ''کافی اناج کے باوجود بھکمری'' کی حالت دیکھ کر ایک سماجی تنظیم 'پیپلز یونین آف سول لبرٹیز' (PUCL) نے سپریم کورٹ میں پی آئی ایل (PIL) داخل کیا۔ تنظیم نے دستور ہند کے آرٹیکل 21 کے بنیادی حقوق کے حوالے سے کہا کہ غذا کا حق بھی بنیادی حقوق میں شامل ہے۔ انھوں نے حکومت کی اس دلیل کو غلط ثابت کیا کہ حکومت کے پاس فنڈ اور وسائل کی کمی ہے کیوں کہ گودام تو اناج سے بھرے ہوئے ہیں۔ سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ دیا کہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ سب کے لیے غذا مہیا کرے۔

تصویر 4۔ سپریم کورٹ نے حکومت کو ہدایت دی کہ وہ لوگوں کے لیے روزگار کے مواقع فراہم کرے، سرکاری راشن کی دوکانوں سے کم قیمت پر اناج مہیا کرے اور بچوں کے لیے دوپہر کے کھانے کا انتظام کرے۔ کورٹ نے دو فوڈ کمشنر (Food Commissioner) کا تقرر بھی کیا تاکہ وہ کورٹ کی ہدایت کے مطابق ہونے والے کام اور حکومت کی غذائی اسکیم پر اپنی رپورٹ دیں۔

2019-20

عام آدمی کے لیے عدالت تک رسائی ہی انصاف تک رسائی ہوتی ہے۔عدالتیں شہریوں کے بنیادی حقوق کی تشریح کرنے میں نمایاں کردار ادا کرتی ہیں۔اوپر بیان کیے گئے واقعے میں عدالت نے آرٹیکل 21 کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ زندگی کے حق میں غذا کا حق بھی شامل ہے، اسی لیے عدالت نے حکومت کو سب کے لیے غذا مہیا کرنے کے اقدامات کرنے کی ہدایت دی جس میں دوپہر کے کھانے کی اسکیم (Mid-day meal) بھی شامل ہے۔

لیکن ایسی بھی عدالتیں موجود ہیں جنھیں لوگ عام آدمی کے حق میں نقصان دہ مانتے ہیں۔ مثال کے طور پر کچھ سماجی کارکنان ہیں جو لوگوں کے رہنے کے لیے مکان اور سر پر چھت کا حق دلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ مکان سے بے دخلی (evictions) کے حالیہ فیصلے، لوگوں کو سہارا دینے کے پہلے کے فیصلے کے خلاف ہیں۔ حالیہ فیصلوں میں جھگی جھونپڑی میں رہنے والوں کو تجاوز کار (انکروچر) قرار دینے کا رجحان پایا جاتا ہے کیوں کہ اس کے پہلے کے فیصلوں میں جھگّی بستیوں کے رہنے والوں کے روزگار کی تحفظ پر زور دیا گیا تھا۔(مثلاً 1985 کا اولگا ٹیلس (Olga Tellis) بنام ممبئی میونسپل کارپوریشن کیس)

اولگا ٹیلس کے ممبئی میونسپل کارپوریشن کے خلاف کیس میں روزگار کا حق عدالت نے تسلیم کر لیا اور اسے زندہ رہنے کے بنیادی حق کا ایک حصہ قرار دیا۔ ذیل میں اس فیصلے کا اقتباس دیا جا رہا ہے۔اس سے ان دلیلوں کا پتہ چلتا ہے جو زندہ رہنے کے حق کے ساتھ روزگار کے حق کو جوڑتی ہیں۔

آرٹیکل 21 کے مطابق زندہ رہنے کے حق کا دائرہ بہت وسیع ہے۔محض حیوانیاتی اعتبار سے جسم کو زندہ رکھنے کا نام زندگی نہیں ہے، زندگی کا مطلب کچھ اور بھی ہے۔زندہ رہنے کے حق کا مطلب صرف یہ نہیں کہ کوئی ہماری زندگی ختم نہیں کر سکتا یا قانون کا مقرر کیا ہوا طریقۂ کار اختیار کیے بغیر نہ موت کی سزا کا فیصلہ ہو سکتا ہے نہ اسے عمل میں لایا جا سکتا ہے۔ یہ تو زندگی کے حق کا ایک پہلو ہے۔زندگی کے حق کا ایک پہلو روزگار کا حق بھی ہے جو اتنا ہی اہم ہے کیوں کہ کوئی شخص بغیر روزی کے یعنی روزگار کے وسیلے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔

یہ کسی شخص کو فٹ پاتھ یا جھونپڑپٹی چھوڑنے یا خالی کرانے کا مطلب اسے روزگار سے محروم کرنا ہے جس کو ہر فرد کے مقدمے میں ثابت کرنے کی ضرورت نہیں......اس مقدمے میں حقائق کو بنیادی ثبوت کے طور پر تسلیم کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ جن مدعیوں نے مقدمہ دائر کیا ہے شہر کی جھونپڑپٹی میں اور راستوں کے کنارے فٹ پاتھ پر چھوٹے چھوٹے روزگار کے لیے رہتے ہیں اور شہر میں ان کے رہنے کے لیے کوئی اور جگہ نہیں۔ وہ اپنے کام کی جگہ کے قریب کی جھونپڑپٹی میں رہتے ہیں اور وہاں سے ان کو نکالنا ان کو روزگار سے محروم کرنا ہے۔ آخر فیصلہ یہ ہوتا ہے کہ مدعیان کو بے دخل کرنے سے وہ اپنے روزگار سے محروم ہو جائیں گے، نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ زندگی سے محروم ہو جائیں گے۔

اولگا ٹیلس بنام ممبئی میونسپل کارپوریشن (1985) 3 ایس سی سی 545

عوام کی انصاف تک رسائی نہ ہونے اور انصاف کے لیے جدوجہد نہ کرنے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ عدالتیں عموماً کسی کیس کو سننے اور فیصلہ کرنے میں کئی سال لگا دیتی ہیں۔ عدالتوں کے اتنا وقت لینے پر یہ کہاوت اکثر دوہرائی جاتی ہے کہ انصاف میں تاخیر کرنا انصاف سے محروم کرنا ہے۔

26 نومبر 2007، ہندوستان کے چیف جسٹس کے جی بالا کرشنن نے اپنی تقریر میں کہا کہ ''ہندوستانی عدلیہ ایک سپریم کورٹ کے 26 ججوں، 21 ہائی کورٹ میں منظور شدہ عہدوں کے 725 ججوں (یکم مارچ 2007 کو 597 جج اپنے عہدوں پر فائز تھے) اور 14,477 ذیلی عدالتوں اوران کے ججوں (31 دسمبر 2006 کو 11,767 ان عہدوں پر فائز تھے) پر مشتمل ہے۔

عدالتی نظام کی ان دشواریوں کے باوجود اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عدلیہ نے جمہوری ہندوستان میں ایک نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اس سے عاملہ اور قانون ساز اسمبلی کے اختیارات پر عدلیہ کی گرفت رہتی ہے اور عوام کے بنیادی حقوق کی حفاظت بھی ہوتی ہے۔ آئین ساز اسمبلی کے ارکان نے آئین سازی کے وقت عدالتوں کے نظام کا تصور کرتے ہوئے آزاد عدلیہ کو ہماری جمہوریت کی ایک اہم خصوصیت قرار دیا تھا۔

اس تصویر میں دکھایا گیا ہے کہ 22 مئی 1987 کو ہاشم پورہ، میرٹھ میں 43 مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا تھا۔ ان کے خاندان کے افراد 20 برسوں سے انصاف کی جدوجہد کر رہے تھے۔ مقدمہ شروع کرنے میں بہت زیادہ تاخیر کو دیکھ کر سپریم کورٹ نے ستمبر 2002 میں یہ مقدمہ اتر پردیش سے دہلی منتقل کر دیا۔ مقدمہ زیر سماعت ہے اور ہتھیار بند ریاستی پولیس (PAC) کے 19 افراد کے خلاف قتل اور دیگر الزامات کی بنا پر قانونی کارروائی سے دوچار ہیں۔ 2007 تک صرف تین ملزموں کے گواہوں کو جانچا گیا (یہ تصویر پریس کلب لکھنؤ میں 24 مئی 2007 کو لی گئی)۔

مشقیں

1۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ عدلیہ کے فرائض میں ایک اہم فرض قانون کی برتری قائم رکھنا اور بنیادی حقوق کو تسلیم کرنے پر زور دینا ہے۔ آپ کے خیال میں ان فرائض کو انجام دینے کے لیے عدلیہ کا آزاد ہونا کیوں ضروری ہے؟

2۔ پہلے باب میں دی ہوئی بنیادی حقوق کی فہرست کو دوبارہ پڑھیے۔ آپ کے خیال میں کن معنوں میں آئین دادرسی کا حق، کن باتوں میں عدالتی نظر ثانی (Judicial Reviews) سے ربط رکھتا ہے؟

3۔ سدھا گوئل کے کیس میں مختلف عدالتوں نے جو فیصلے دیے ہیں انھیں ذیل کے خاکے میں درج کیجیے۔ اپنے جواب جماعت کے طلبا کے جوابات سے ملا کر جانچ کیجیے۔

4۔ سدھا گوئل کے معاملے کو ذہن میں رکھتے ہوئے نیچے لکھے صحیح جملوں پر صحیح کا نشان لگائیے اور جو جملے غلط ہیں ان کو درست کیجیے۔

(a) ملزمین نے ہائی کورٹ میں اپیل کی کیوں کہ وہ نچلی عدالت کے فیصلے سے مطمئن نہیں تھے۔

(b) سپریم کورٹ کا فیصلہ سننے کے بعد انھوں نے ہائی کورٹ میں اپیل کی۔

(c) اگر ملزمین سپریم کورٹ کے فیصلے سے مطمئن نہیں ہیں تو وہ نچلی عدالت سے دوبارہ رجوع کر سکتے ہیں۔

5۔ 1980 کی دہائی میں پبلک مفاد عامہ کا مقدمہ (PIL) کا جاری ہونا آپ کے خیال میں سب کے لیے انصاف حاصل کرنے میں ایک نمایاں اور اہم قدم کیوں ہے؟

6۔ اولگا ٹیلس بنام ممبئی میونسپل کارپوریشن کیس کے فیصلے کا اقتباس دوبارہ پڑھیے۔ اس فیصلے میں یہ کہا گیا ہے کہ روزگار کا حق زندہ رہنے کے حق کا ایک حصہ ہے۔ جج کے اس بیان کا مطلب اپنے الفاظ میں لکھیے۔

7۔ ''انصاف میں تاخیر کرنا انصاف سے محروم کرنا ہے''۔ اس موضوع پر اسی عنوان سے ایک کہانی لکھیے۔

8۔ اگلے صفحے پر فرہنگ کے تحت جو الفاظ دیے گئے ہیں انھیں جملوں میں استعمال کیجیے۔

9۔ نیچے دیا گیا اشتہار غذا کے حق کی مہم کے لیے بنایا گیا ہے۔
اس اشتہار کو پڑھیے اور غذا کے حق کا اظہار کرنے کے لیے حکومت کے فرائض کی فہرست تیار کیجیے۔

اشتہار میں درج نعرہ '' بھوک کے پیٹ، بھرے گودام! نہیں سہیں گے! نہیں سہیں گے''!! کس طرح سے غذا کے حق پر مبنی صفحہ 61 کے تصویری مضمون سے مطابقت رکھتا ہے؟

یہ ہم پر احسان نہیں
یہ ہمارا حق ہے۔
سپریم کورٹ کا فیصلہ
بھوک کی وجہ سے موت
ذمہ دار کون

حکومت کے فرائض

☆ تمام لوگوں کو غذا ملے؛
☆ کسی کو بھوکا نہ سونا پڑے؛
کمزور افراد جن پر بھوک کا برا اثر پڑ سکتا ہے۔
مثلاً عمر رسیدہ، اپاہج اور بیوہ وغیرہ پر
خصوصی توجہ دی جائے۔
☆ کم غذائیت یا بھوک سے کسی کی موت نہ ہو۔
غذا کے حق کی مہم

اگر حکومت اپنے فرائض ادا نہیں
کر پاتی
تو وہ عدلیہ کے سامنے جوابدہ ہوگی۔

بھوکے پیٹ، بھرے! گودام! نہیں سہیں گے، !! نہیں سہیں گے !!

فرہنگ

بری کرنا (Acquit): یہ لفظ عدلیہ کے فیصلے سے تعلق رکھتا ہے۔ عدالت جب کسی شخص کو اس جرم کا خطاوار نہیں پاتی جس کے لیے مقدمہ چل رہا ہو تو عدالت اسے الزام سے بری کر دیتی ہے۔

اپیل کرنا (To Appeal): اس باب میں لفظ اپیل اس درخواست کے لیے استعمال کیا گیا ہے جو نچلی عدالت کے فیصلے کے خلاف اونچی عدالت میں داخل کی جاتی ہے اسے پٹیشن (petition) بھی کہتے ہیں۔

ہرجانہ (Compensation): اس باب میں نقصان یا زخم لگنے پر نقصان کی بھرپائی کے لیے پیسوں کی صورت میں ادا کی جانے والی رقم کے لیے استعمال ہوا ہے۔

بے دخلی (Eviction): اس باب میں یہ لفظ لوگوں کو ان کی جگہ یا گھر سے ہٹانے کے لیے استعمال ہوا ہے، جگہ خالی کرانا۔

خلاف ورزی (Voilation): اس باب میں یہ لفظ قانون کی خلاف ورزی کے لیے بھی استعمال ہوا ہے اور بنیادی حقوق کی پامالی، کسی کی زمین پر قبضہ کرنے اور قانون شکنی کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے۔